ایک سو ستر بلین روپے ہیں ۔ اس سال جو بیرونی قرض لیا جائے گا وہ تمام اس قرض کے سود کی ادائیگی میں چلا جائے گا ۔ یہ صورت انتہائی پریشان کن ہے ۔

بجٹ اب قومی اسمبلی کے سامنے پیش ہے ۔ حکومت اور تمام ارکانِ اسمبلی سے میری خصوصی اپیل ہے کہ وہ بجٹ کا تفصیلی جائزہ لے کر اس میں بنیادی تبدیلیاں کریں تاکہ عام لوگوں کو کچھ بنیادی ریلیف دیا جا سکے اور زراعت پیشہ لوگوں، چھوٹے کاروباری طبقے اور خود کام کرنے والے اہل صنعت و حرفت کی حوصلہ افزائی کی جا سکے ۔ ان طبقات کی حوصلہ افزائی کر کے ہی ملک اقتصادی خود کفالت حاصل کرنے کی منزل کو پا سکتا ہے ۔

وہ اقدامات جو مرکزی بجٹ کے تحت ضروری ہیں

(وزیر اعظم اور وزیر خزانہ سے اپیل)

جناب میاں طفیل محمد صاحب ۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان

یہ عجیب بات ہے کہ بجٹ جو ہر قوم کی مالی زندگی کا ایک مستقل سالانہ فیچر اور معمول کا واقعہ ہے ۔ ہمارے ملک میں یہ ہر سال خوف و ہراس کا پیش خیمہ اور شہریوں کے لیے سراسیمگی کا پیغام بن کر آتا ہے ۔ اور ہمارے ہر بجٹ کے بعد اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اور ٹیکسوں کے بوجھ میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ اب پھر چند دنوں کے بعد نیا بجٹ آنے والا ہے اور باشندگانِ ملک اس سے خوف زدہ ہیں ۔ اس موقع پر میں ملک کے وزیر خزانہ اور وزیر اعظم سے پوری دردمندی کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجٹ کی اس خوفناک روایت کو تبدیل کریں ۔ نئے جمہوری دور کے ساتھ بجٹ کے سلسلے میں بھی بہتر روایات کا آغاز کریں ۔ اس بجٹ کو اسلام کے فلاحی نظام کی طرف پیش قدمی اور عوام کی مشکلات کم کرنے کا ذریعہ بنائیں ۔ اس مقصد کے لیے میرے خیال میں درج ذیل اقدامات آسانی سے کیے جا سکتے ہیں ۔

۱ ۔ حکومت اپنے انتظامی اور غیر پیداواری مصارف کا سنجیدگی سے حقیقت پسندانہ جائزہ لے اور اپنے ان تمام شاہانہ اور مسرفانہ اخراجات کو جو محض ظاہری شان و شوکت

اور رعب داب کے لیے کیے جاتے ہیں یکسر ختم کر دے۔ گذشتہ پندرہ سال میں اور خصوصیت سے ۸۰-۱۹۷۹ء سے غیر پیداواری اخراجات میں بے پناہ اضافہ کیا گیا ہے۔ حکومت کفایت شعاری اور سادگی کی باتیں بہت کرتی ہے لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں عملاً اسراف اور نمائشی مصارف کی ریل پیل ہے۔ اب ان چیزوں کو بالکل ختم نہیں تو تناضرور کم کر دیا جائے کہ لوگوں کو نظر آئے کہ حکومت سادگی اختیار کر رہی ہے۔

۲۔ بین الاقوامی حالات کی تبدیلی سے حکومت پر جو دو بڑے بوجھ تھے اُن میں نمایاں کمی ہو گئی ہے۔ پٹرول کی قیمت ۳۲ اور ۳۵ ڈالر فی بیرل سے گر کر ۱۰ اور ۱۲ ڈالر ہو گئی ہے چنانچہ اس کی درآمد پر جو ۳/۱ بلین ڈالر کا زرمبادلہ خرچ ہو رہا ہے وہ اب صرف ۷ اور آٹھ سو ملین ڈالر رہ گیا ہے۔ اس طرح خوردنی تیل جس کی قیمت گیارہ سو ڈالر فی ٹن تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اب ۲۰۰ اور ۲۵۰ ڈالر فی ٹن مل رہا ہے۔ خوردنی تیل کی قیمتوں میں صرف علامتی کمی ہوئی ہے۔ اور پٹرول اور اس کی مصنوعات میں سرے سے کوئی ریلیف عام شہریوں کو نہیں دیا گیا۔ حالانکہ جب ان چیزوں کی قیمتیں عالمی منڈیوں میں بڑھی تھیں تو یہی کہہ کر فوراً اضافہ کر دیا گیا تھا کہ اس بوجھ کو صارفین ہی کو اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اب قیمت کم ہونے پر صارفین کے ساتھ یہ ظلم بدستور روا کیوں رکھا جا رہا ہے؟ پٹرول کی قیمتوں کو گرے ہوئے تقریباً آٹھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن اس سلسلہ میں حکومت نے چپ سادھ رکھی ہے۔ ان دونوں معاملات میں زیادتیوں کا اس بجٹ میں لازماً ازالہ ہونا چاہیے۔

۳۔ عام شہریوں کی ضرورت کی چیزوں کی قیمتوں میں استحکام پیدا کرنا اور اضافہ کے رجحان کو روکنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ روز افزوں مہنگائی ہر شعبۂ زندگی میں عوام کو پریشان کر کے سڑکوں پر لے آئے گی۔

شہری خدمات کے اداروں کا حال نہایت خراب ہے اور روز بروز بدتر ہو رہا ہے۔ مثلاً بجلی کی لوڈ شیڈنگ، ہسپتالوں کی حالت زار، اسکولوں کی زبوں حالی، امن و امان، سڑکوں کی شکستہ حالت، یہ چیزیں اس امر کی علامت ہیں کہ مختلف حکومتی اداروں کا ڈھانچہ درہم برہم ہو رہا ہے۔ ایک طرف سروسز کا یہ حال ہے اور دوسری طرف

سروس چارجز کے عنوان سے ان کی قیمتیں برابر بڑھائی جا رہی ہیں اور قیمتیں جتنی بڑھتی جاتی ہیں سہولتوں کی حالت اتنی ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے۔ اس صورت حال پر قابو پانے کا حکومت کو انتظام کرنا چاہیے۔

۴۔ مزدوروں اور کم تنخواہ پانے والے سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کی حالت سخت پریشان کن ہے۔ ان کے معاوضے اتنے کم ہیں کہ ایک کنبے کی کم سے کم بنیادی ضروریات زندگی کسی طرح سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ انڈیکسیشن (INDEXATION) کے نام پر جو اسکیم رائج کی گئی تھی وہ ناکام رہی ہے۔ افراطِ زر کی جو شرح حکومت بتا رہی ہے یعنی ۵ یا ۶ فیصد، وہ حقیقت کے قطعاً خلاف ہے۔ اس کے نتیجے میں تنخواہوں میں اضافہ ۳ اور ۴ فیصدی ہوگا جو مہنگائی سے پیدا ہونے والی مشکلات کے مقابلے کے لیے قطعاً ناکافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اجرتوں کے پورے نظام کو از سرِ نو حقیقت پسندانہ بنیادوں پر تشکیل دیا جائے تاکہ ایک عام آدمی کی اُجرت ایک طرف اس کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کی ضامن ہو تو دوسری طرف کارکن کے لیے پیداوار بڑھانے کی محرک بنے۔ اس کے علاوہ ملک میں عام بے روزگاری ہی نہیں، پڑھے لکھے لوگوں کی بے روزگاری بڑھ رہی ہے جو درحقیقت ملک کے نظامِ تعلیم کے بانجھ پن اور دیوالیہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کی طرف بھی ہمارے حکمرانوں کو توجہ کرنی چاہیے۔

۵۔ ہمارے زرعی شعبہ کی حالت بھی ہرگز اطمینان بخش نہیں ہے۔ بلاشبہ بڑے زمینداروں کو کافی بلکہ بڑے فوائد پہنچ رہے ہیں۔ لیکن عام کاشتکار جو زرعی آبادی کا ۸۰ فیصد سے بھی زیادہ حصہ ہے، سخت پریشانیوں سے دوچار ہے۔ زرعی اجناس کی صحیح قیمت اُسے نہیں مل رہی۔ زرعی شعبہ کے لیے قرض اور سرمایہ کی فراہمی بہت ناکافی ہے۔ بین الاقوامی اور ملکی قیمتوں کے فرق کا فائدہ نہ کاشتکار کو پہنچ رہا ہے اور نہ ملکی خزانے کو۔ اسے سرکاری کارپوریشنیں اور درمیانی طبقہ ہضم کر رہا ہے۔ مارکیٹنگ کا اچھا نظام نہ ہونے کے باعث بھی کاشتکار محنت کے ثمر سے محروم رہتا ہے اور چند ہزار بڑے زمیندار ہی سرکاری اسکیموں سے جائز و ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ٹیکس سے بھی

ان کو مکمل چھوٹ ہے۔ مذکورہ ۸۰ فیصدی محروم آبادی کے حقوق کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔

۶۔ درآمد اور برآمد کا خسارہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ برآمدات کو بڑھانے کے لیے جو بھی اقدامات کیے گئے ہیں وہ فرسودہ اور غیر مؤثر ہیں۔ اور درآمدات پہ کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور قرضہ دینے والی ایجنسیوں کے دباؤ کے تحت درآمدات کو بالکل کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں اب سالانہ خسارہ ۹۰ بلین روپے تک پہنچ گیا ہے۔ خسارہ کی سرمایہ کاری اور زرمبادلہ میں مسلسل تخفیف قدر (DEVALUATION) معمول بن گیا ہے۔ بیرونی قرضے بڑھ رہے ہیں۔ اور زرمبادلہ کی قدر کے گرنے سے قرضوں کی ادائیگی کی شرح (DEBT-SERVING) مہنگی سے مہنگی تر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ تمام چیزیں قومی معیشت میں بنیادی بگاڑ کی علامات ہیں، جن کا سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔

۷۔ انکم ٹیکس کے موجودہ نظام سے ملک اور خصوصیت سے ایماندار تاجر بے حد پریشان ہیں۔ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کاروبار کی راہ میں بھی موجودہ انکم ٹیکس کا نظام سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ انکم ٹیکس کا عملہ جس طرح تاجر برادری کو لوٹ رہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ معیشت کا ایک بڑا حصہ بلیک اکانومی بن چکا ہے اور عام سرمایہ کاری کے لیے رکاوٹ بن رہا ہے۔ پچھلے سال وعدہ کیا گیا تھا کہ چند مہینوں میں ٹیکس ریفارم کمیشن کی تجاویز قوم کے سامنے آجائیں گی۔ لیکن ایک سال گزرنے کے بعد بھی صرف عبوری رپورٹ کی خوشخبریاں سنائی جا رہی ہیں۔ قومی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ انکم ٹیکس کے اس ظالمانہ نظام سے ملک کو نجات دلائی جائے اور انصاف پر مبنی متبادل نظام لانے کو اولیت دی جائے۔

۸۔ بجٹ اور مالیاتی نظام کے سلسلے میں سب سے زیادہ میں جس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا مسئلہ ہے۔ بانی پاکستان سے لے کر ملک کے ہر سربراہ نے پاکستان میں اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن اس

سلسلہ میں کوئی واضح پالیسی آج تک اختیار نہیں کی گئی۔ جو اقدامات پچھلے چند سالوں میں ہوئے ہیں اُن کا جو حشر ہوا ہے وہ سخت افسوسناک ہے۔ زکوٰۃ و عشر کی مد میں متوقع آمدنی کا پانچواں حصہ بھی نہیں آرہا ہے۔ پھر یہ بھی برابر سُننے میں آرہا ہے کہ زکوٰۃ و عشر کو ان مصارف کے لیے استعمال نہیں کیا جارہا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں۔ نیز اس مقدس امانت کی تقسیم میں بدعنوانیوں کی شکایات بھی بڑھتی رہی ہیں۔

میں حکومت اور قوم کے خدا کے حضور جواب دہی کا احساس رکھنے والے تمام لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سُود جسے قرآن مجید نے خدا اور اس کے رسولؐ سے براہ راست جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے اس سے مُلک کی معیشت کو پاک کرنے کی فکر کریں۔ اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے جو اقدامات اب تک کیے گئے ہیں ان کا حال بہت زبوں اور رُو بہ زوال ہے۔ نفع و نقصان کی بنیاد پر اسلامی اُصول کے مطابق سرمایہ فراہم کرنے کے بجائے مارک اپ اور بائی انگ بیک (BUYING-BACK) کے نام پر سُود کی رُوح ہی کو نہیں اپنی اس کی شکل کو بھی باقی رکھا جارہا ہے۔ مارک اپ کی شرح ماضی کے سُود سے بھی زیادہ ہے اور معلوم ہوا ہے کہ بڑے سرمایہ داروں سے مارک اپ کی شرح اگر ۱۲ اور ۱۴ فیصد تھا ہے تو چھوٹے تاجروں اور صنعت کاروں سے بہ شرح ۱۶ اور ۱۸ فی صدی تک لی جارہی ہے جو صریح ظلم اور اسلام کے نام پر کمزوروں کا استحصال ہے اور اسٹیٹ بنک اور حکومت مسلسل نئے سُودی بانڈ جاری کر رہے ہیں۔ این۔ ڈی۔ ایف۔ سی نے اپنی سرمایہ کاری کے اُصولوں میں کوئی جوہری تبدیلی نہیں کی ہے۔ اسی طرح سے پی۔ ایل۔ ایس کھاتوں کی شکل میں جو جزوی اصلاح شروع ہوئی تھی وہ بھی غتر بود کر دی گئی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کونسل نے کم از کم چند بار اس صریح خلاف ورزی کی نشان دہی کی ہے لیکن حکومت نے اس کی کوئی پروا نہیں کی ہے۔ مُلک کے مختلف گوشوں سے علماء کرام نے اس پر احتجاج کیا ہے اور سینٹ میں اس پر قرارداد بھی آئی ہے، لیکن حکومت کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اسلام کے احکام کے ساتھ یہ طرز عمل شریعت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ صورت حال اس

صدر اور قومی اسمبلی کے تحت پیش آ رہی ہے جن میں سے ہر ہر فرد اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کا عہد کر کے منتخب ہوا ہے۔ اس لیے میں حکومت اور اسمبلی کے تمام ذمہ داروں اور ان کے ہر فرد سے ملک اور قوم کے علاوہ خود اس کی اپنی بھلائی کے لیے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک کے پورے نظام کو غیر اسلامی اجزا سے اور ہمارے نظام معیشت کو سود سے پاک کرنے کے کام کو اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کے مطابق پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور پوری قوم کی دُنیا اور عاقبت سنوار دے۔ اب تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے سینا میں چالیس سال بھٹکتے پھرنے کی مدت بھی آپ نے پوری کر لی ہے، اللہ اب اور مہلت کب تک دے گا۔ چالیس برس خدا اور اس کے بندوں سے لڑائی میں آدھا ملک تو کھو دیا ہے۔ اب اس کی فرمانبرداری کی راہ اختیار کر کے باقی ماندہ کو بچا لیجیے۔

تحریکی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ

یادوں کی امانت

سیّد عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

مجلد مع ڈسٹ کور — صفحات: ۵۱۲ — قیمت: ۷۰/- روپے

البدر پبلی کیشنز- ۲۳- راحت مارکیٹ اُردو بازار لاہور